معاشرتی بہبود کا تعارف اور — اس کے قرآنی تقاضے

طاہرہ شاکر، ریسرچ سکالر
ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

دور جدید کی سائنسی ترقی نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا ہے۔ جن کی وجہ سے نئے نئے معاشرتی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ جن عمرانی علوم نے ان مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں سائنٹفک طریقے استعمال کئے ہیں، ان میں معاشرتی بہبود سر فہرست ہے۔ معاشرتی بہبود ان چند تصورات میں سے ہے جن کا مفہوم بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ ان کے خیال میں غریبوں کی امداد کرنا ہی معاشرتی بہبود ہے اور ہر اصلاحی کارکن اور صاحب خیر کو معاشرتی کارکن کہلانے کا حقدار سمجھتے ہیں۔ یہ تصورات غلط فہمی اور کم علمی پر مبنی ہیں۔ معاشرتی بہبود خیرات نہیں بلکہ امداد کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ اس میں تمام خدمات با مقصد اور منظم طریقے سے مہیا کی جاتی ہیں۔ تاکہ افراد اپنی ضروریات اچھی طرح پوری کر سکیں۔ اس سلسلے میں مولانا امین احسن اصلاحی "اسلامی ریاست" میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں :

> "معاشرتی بہبود ایک طریقہ کار ہے۔ یا خدمت بہم پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرد کی شخصیت اور اس کے ذاتی وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اسکی انفرادی اور اجتماعی سطح پر مدد کرتا ہے۔ تاکہ وہ شخص کار آمد شہری بن کر اپنے خاندان و جماعت اور ملک و قوم کے لئے اپنی صلاحیتوں کو

استعمال کر سکے -

مشہور مصری سکالر یوسف القرضاوی معاشرتی بہبود کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں -

"معاشرتی بہبود ایک پیشہ ہے جو باہمی میل جول کی مدد سے پسماندہ افراد، خاندانوں اور گروہوں کی غیر آسودہ ضروریات کو جماعت کے وسائل استعمال کر کے پورا کرتا ہے - معاشرتی کارکن فرد کی زندگی میں ایسی تبدیلیاں پیدا کرتا ہے، جن سے فرد اور اس کے ماحول میں ہم آہنگی ہو - کارکن کا کام ماحول کو بہتر بنانا اور ایسے حالات پیدا کرنا ہیں جن میں فرد اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے خود اپنے معاشرے کے لئے کارآمد ثابت ہو - معاشرتی بہبود ایک ایسے معاشرے کو تشکیل دیتا ہے - جو افراد کے ذاتی اور معاشرتی تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے، اس کا مقصد لوگوں کے معیار زندگی کو بہتر بنانا اور معاشرے سے ناانصافی غربت اور فرقہ واریت کو دور کرنا ہے - جو کہ موجودہ معاشرے کی سب سے بڑی لعنتیں ہیں"[1]

معاشرتی بہبود کے مختصر سے تعارف کے بعد اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام جو ایک عالمگیر دین ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حسین ترین امتزاج ہے وہ اپنے ماننے والوں سے اس کا تقاضا کس انداز سے کرتا ہے -

ارشاد باری تعالیٰ ہے -

وَمَآ أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝[2]

"اور کیا آپ نہیں جانتے کہ مشکل ترین کام کیا ہے - کسی گردن کا

---

۱ - یوسف القرضاوی، اسلام اور معاشی تحفظ، (لاہور ۱۹۸۰ء)

۲ - القرآن الحکیم، ۹۰ (سورۃ البلد) : ۱۰ - ۱۲

چھڑانا۔ فاقہ کے دن میں کسی یتیم کو یا کسی خاک نشین کو کھانا کھلانا،
قرآن حکیم نے ایسے نمازیوں کو ہلاکت کی وعید سنائی ہے۔ جو نماز کو رکوع و سجود تک محدود رکھتے ہیں اور انسانیت کو اس کے دکھوں سے نجات نہیں لاتے۔

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنۡ صَلَاتِھِمۡ سَاھُوۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ ھُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۝ وَیَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ۝

"ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں اور اشیاءِ ضرورت کو روکتے ہیں" [۱]

ان آیاتِ مبارکہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرتی بہبود کا بنیادی مقصد معاشرے کے محتاجوں، بےکسوں، معذوروں، بیماروں اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال اور ان کی فلاح و بہبود ہے۔ یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کی ضرورت و احتیاج دور کرنے کے لئے مالدار لوگ دولت خرچ کریں۔ اللہ تعالےٰ ان کے خرچ کو اپنے ذمے قرض حسنہ قرار دیتے ہیں اور اسکی ادائیگی کے وقت اسے دوگنا کر دیا جائے گا۔

اِنَّ الۡمُصَّدِّقِیۡنَ وَالۡمُصَّدِّقٰتِ وَاَقۡرَضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَھُمۡ وَلَھُمۡ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ۝

"جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں۔ مرد بھی عورتیں بھی اور اللہ کو قرض حسن دیتے ہیں۔ ان کو دوگنا دیا جائے گا اور ان کے لئے اجر کریم ہے۔" [۲]

مخلص اور نیک دل انسان اپنا مال و دولت بے غرض اور بے لوث خرچ کرتے ہیں۔ اور اس قرض کے عوض محتاجوں اور بےکسوں سے کسی بدلہ اور جزاء کے خواستگار نہیں ہوتے۔

۱۔ القرآن الحکیم، ۱۰۷ (سورۃ الماعون) ۴ تا ۷
۲۔ القرآن الحکیم، ۵۷ (سورۃ الحدید) ۱۸

بلکہ وہ کہتے ہیں ۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُورًا ۔

جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خالص اللہ کے لئے ایسا کرتے ہیں ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری ۔ [۴۱]

اقبال نے اسی بات کو ایک شعر کی صورت میں سمویا ہے :

جس کا عمل ہے بے غرض اسکی جزا کچھ اور ہے ‏ ‏ ‏ طائرک بلند بال دانہ ودام سے گزر لا

مگر جو مالدار اور دولت مند اپنے مال و دولت کو معاشرتی بہبود پر خرچ نہیں کرتے اور اپنا مال عیش وعشرت پر لٹاتے ہیں ، وہ اللہ تعالےٰ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اور دولت کے کنز وجمع کے عوض جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ خریدتے ہیں ۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

” اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ۔ انہیں اس دن کے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا ، پھر اس سے انکی پیشانیاں اور انکے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا ۔ کہ یہ وہی ہے ۔ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا ہے ۔ سو تم اب اس جمع کرنے کا مزہ چکھو“ [۴۲]

---

[۴۱] ۔ القرآن الحکیم ، ۷۶ (سورۃ الدھر) ۹

[۴۲] ۔ القرآن الحکیم ، ۹ (سورۃ التوبہ) : ۳۴ ۔ ۳۵

اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انسانیت کی فلاح وبہبود بالخصوص مصیبت زدہ مفلوک الحال اور مفلس و محتاج لوگوں کو باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنانا آپ کی بعثت کے اعلیٰ ترین مقاصد تھے۔

بخاری و مسلم کی متفقہ روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے فرمایا۔

"بیواؤں اور مسکینوں کی مصیبتوں کو دور کرنے میں کوشاں شخص اجر و ثواب میں اس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ نماز میں مصروف رہتا ہے اور اس میں کوئی وقفہ نہیں کرتا۔ ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور کبھی افطار نہیں کرتا"

ابوداؤد اور ترمذی کی روایت کے مطابق:

"جو لوگ دوسروں پر رحم نہیں کرتے۔ رحمٰن ان پر رحم نہیں کرتا۔ اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق:

"میں اور یتیم و بےکس کی کفالت کرنے والا جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ہوں گے جس طرح انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی ایک دوسرے کے ساتھ ہیں"

آنحضرتؐ نے قبل از نبوت مکہ کے ظالمانہ ماحول میں بھی سخت نامساعد حالات کے باوجود چالیس برس کی عمر تک مسلسل غرباء و فقراء کی خدمت کی۔ اس سلسلے میں جو آپ کا لائحہ عمل تھا اسے اگر آج ہم مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنا لیں تو نہ صرف اسلامی دنیا جنت نظیر بن سکتی ہے۔ بلکہ پوری دنیا آنحضرتؐ کو صحیح معنوں میں رحمت دو عالم ماننے پر مجبور ہو سکتی ہے سورہ البقرہ کی آیت ۱۷۷، اسلامی عقائد، عبادات اور معاشرتی فلاح و بہبود کا عالمگیر چارٹر ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ

الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ

ترجمہ :- "نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق و مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر یوم آخرت پر فرشتوں پر کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور ان کی محبت میں اپنا مال عزیزوں، یتیموں مسکینوں سائلوں مسافروں کو دیں اور گردنیں چھڑانے پر خرچ کریں۔"[1]

انسانی فوز و فلاح کے اس چارٹر کے مطابق اصل نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے ایمانیات کے نتیجے میں اپنے مال و دولت کے ساتھ محبت و رغبت کے باوجود اسے معاشرتی بہبود کے کاموں پر خرچ کرے۔

اسلام کے نظام معاشرتی بہبود اور اسلام کی رُوحانی اور اخلاقی اقدار میں گہرا تعلق ہے۔ اسلام کی یہ اقدار انسان کو ایثار و قربانی اور بے لوث خدمتِ خلق پر آمادہ کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں انصار مدینہ کا ایثار تاریخ عالم میں ضرب المثل اختیار کر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بے لوث خدمات کو دوام بخشنے کے لئے ان کا ذکر اپنی ابدی کتاب قرآن حکیم میں اس طرح کیا ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۞

وہ لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں۔[2]

(یعنی انصارِ مدینہ مہاجرینِ مکہ کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں)۔

سیّد ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم لکھتے ہیں۔

"اسلام آخری اور مکمل دین ہے۔ اس لئے اس نے ہر قسم کے انسانوں کی فطرت کے مطابق ہدایت فرمادی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے لئے روحانی اور اخلاقی اقدار کے ساتھ قانونی اور انتظامی ضابطوں

---

[1] - القرآن الحکیم ، ۲ ، (سورۃ البقرہ) : ۱۷۷

[2] - القرآن الحکیم ، ۵۹ (سورۃ الحشر) : ۹

کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس ضرورت کے پیش نظر اسلام میں اخلاقی و قانونی ضابطوں کے درمیان حسین امتزاج پیدا ہو گیا ہے۔"

معاشرتی بہبود کے بنیادی اصول سورہ بقرہ آیت ۱۷۷ میں بیان کرتے ہوئے انہی اصولوں کو عہد رسالت کے آخر میں قانونی حیثیت دے کر حکومتِ اسلامیہ کی باضابطہ حکمتِ عملی قرار دیا گیا ۔ چنانچہ سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○

صدقات (زکوٰۃ) تو فقراء، مساکین اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں (یہ مال خرچ کرنا چاہیئے) یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے ۔ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔"

اس آیت میں ہر قسم کے بے کس، مجبور محتاج اور بے سہارا لوگوں کا ذکر ہے ۔ حکومتِ اسلامیہ مفلس و محتاج لوگوں کی اس طرح مدد کرتی تھی کہ وہ فقر و فاقہ اور افلاس پر خود قابو پانے کے قابل ہو جاتے تھے ۔ مگر دورِ حاضر کا یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف سائنسی اور تکنیکی علوم میں حیرت انگیز ترقی کے سبب صنعت، زراعت اور تجارت کو بے حد فروغ حاصل ہو رہا ہے اور دوسری طرف بیکاری بے روزگاری، فقر و فاقہ، بے چینی، بدامنی اور اضطراب میں بھی اس نسبت سے اضافہ ہو رہا ہے ۔ اس صورت حال نے بے شمار معاشرتی، اقتصادی، تہذیبی، ثقافتی اور تمدنی مسائل کو جنم دیا ہے ۔ اس کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یورپ میں صنعتی انقلاب کے بعد شہر بڑی بڑی صنعتوں کے مرکز بنتے چلے گئے ۔ اور دیہاتی آبادی ذرائع روزگار کی تلاش میں دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقل ہوتی چلی گئی ۔ آبادی کی یہ نقل مکانی اس وسیع پیمانے پر ہوئی کہ شہر ہر قسم

کے مسائل کی آماجگاہ بن گئے۔ رہائش خوراک لباس ٹرانسپورٹ تعلیم علاج کے لاتعداد مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان مسائل کا حل یہ سوچا گیا ہے کہ نواحی بستیاں آباد کی جائیں۔ بسوں اور ٹرینوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ غلے کے گودام وسیع کیے جائیں۔ درسگاہوں اور ہسپتالوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ مگر شہروں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر جو ترقیاتی منصوبے تیار کیے گئے ہیں ان کی تکمیل تک نئی نقل مکانی نے شہروں کی آبادی میں کئی گنا اور اضافہ کر دیا۔ پاکستان بھی آج کل ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہے۔ شہروں میں کھیل کود کے میدان سیرگاہیں، باغات کارپوریشنوں اور میونسپل کمیٹیوں کے قطعات کو یہ نقل مکانی ہڑپ کر چکی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچی آبادیاں کچی آبادیوں کی نذر ہو جائیں گی۔ اس پس نظر میں معاشرتی بہبود کے کاموں کا جائزہ لیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس شعبہ میں بھی خاطر خواہ نتائج برآمد ہونے کے برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری و نیم سرکاری رفاہی اداروں کی ساری توجہ شہری مسائل کے حل پر مرتکز ہو کر رہ گئی ہے۔ اور یہ مسئلہ جتنا حل ہونا ہے اس سے زیادہ الجھتا ہے۔

اس صورت حال سے بہتر طور پر نپٹنے کے لئے عہد خلافت راشدہ اور عہد رسالت کے معاشرتی و معاشی اداروں کو اپنایا جائے۔ اسوۂ رسول پر عمل کرتے ہوئے آبادی کے خوشحال لوگ اس آبادی کے پامال لوگوں کے لئے مال جمع کریں۔ سرکاری و نیم سرکاری رفاہی و معاشرتی بہبود کے ادارے اس مال کے ذریعے غریبوں اور مفلسوں کو گھریلو دستکاریوں اور چھوٹی چھوٹی صنعتیں قائم کرنے میں مدد دیں۔ اسی طرح صرف شہروں کو صنعتی مراکز بنانے پر زور دینے کی بجائے مختلف مصنوعات کی صنعتیں ایسے علاقوں میں قائم کی جائیں جن میں ان صنعتوں کے لئے خام مال پیدا ہوتا ہے۔ تاکہ کارخانوں میں کام کرنے والے کارکن دور دراز کی نقل مکانی سے بچ سکیں۔ اس وقت جو اربوں روپیہ خود ساختہ شہری مسائل کے حل پہ خرچ کیا جا رہا ہے اسے دیہاتی علاقوں میں ذرائع مواصلات اور نقل و حمل کے ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیا جائے۔ معیشت کے اس نظام کے قیام سے

معاشرتی بہبود کے کاموں میں کافی سہولت ہو جائے گی۔

ہمارے معاشرتی و معاشی مسائل کا واحد حل اسلام ہے اور اسلام بھی کامل و مکمل۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ "مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک اسلام کو دینی اور دنیوی امور میں یکساں طور پر نہ اپنایا جائے۔ اس وقت تک اس کے صحیح ثمرات سے فائدہ نہیں ہو سکتا۔

الغرض اسلام نے اپنے ماننے والوں کو فلاح عامہ کا ایک واضح تصور اور جامع پروگرام دیا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ اصول و تعلیمات ہیں جن کو عملی شکل دینا پورے معاشرے کا فرض ہے۔ اس پروگرام میں شریک ہونا ایک عام شہری سے لے کر مملکت کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز سب کا مشترکہ اور انفرادی فرض ہے۔ انہی تعلیمات پر عمل کے نتیجے میں ایک ایسا معاشرہ معرض وجود میں آسکتا ہے جس کو بقول علامہ اقبال "اخلاقی جمہوریت" اور مغربی مفکرین کی اصطلاح میں "فلاحی مملکت" کا نام دیا جاسکتا ہے۔

آج کی دنیا انسان سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے لاتعداد اقسام کے پروگرام وضع کئے ہیں۔ بین الاقوامی مجلس یو۔این۔او کا نعرہ ہے کہ سارے عالم سے جہالت، بھوک اور بیماری کا خاتمہ کر دیا جائے۔ سماجی و معاشرتی بہبود کے بڑے بڑے اداروں کا قیام، ہر ملک کے اندر ان اداروں کی لاتعداد شاخیں، سوشل ورکرز کی تربیت کا اہتمام اور ان اداروں پر خرچ اس لئے کیا جاتا ہے کہ انسانیت کی مدد ہو۔ سوشل ویلفیئر پلاننگ کے نام پر بڑے بڑے جاذب نظر پروگرام اور اصطلاحیں سننے میں آتی ہیں۔ لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان لاتعداد اداروں کی انسانی فلاح و بہبود کیلئے یہ کوششیں حقیقی معنوں میں بارآور نہیں ہو سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید

(باقی ص ۹۲ پر)